احمدی جماعتوں نے سخت ناموافق ہنگامی حالات کے باوجود مالی قربانی کا نہایت شاندار نمونہ پیش کیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲؍مئی ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

(التوبة:۹۸، ۹۹)

پھر حضور انور نے فرمایا:۔

ہم نے ۳۰؍اپریل کو پچھلے مالی سال کو ختم کیا ہے اور یکم مئی سے جماعتی چندوں کے لحاظ سے ہم نئے مالی سال میں داخل ہو گئے ہیں۔

یہ گزرنے والا سال ہنگامی نوعیت کا سال تھا۔ ملک میں سٹرائیکس ہو رہی تھیں، ہنگامے ہو رہے تھے۔ کارخانے اپنے معمول کے مطابق چل نہیں رہے تھے۔ جو تجارتیں تھیں وہ بھی کچھ غیر یقینی حالات میں گذر رہی تھیں۔ خریدار چیزوں کو خریدتے ہوئے گھبراتے تھے اور جو تھوک فروش تھے وہ بیچتے ہوئے گھبراتے تھے۔ کچھ عجیب سے حالات تھے جن میں سے ہمارا ملک گذر رہا تھا۔ ملک کا ایک بڑا حصہ کٹ گیا اِس کا تجارتوں پر بھی اثر پڑا۔ پھر جنگ سے متأثر ہونے

والے لوگ تھے جنہیں اپنے گاؤں، اپنے گھروں اور بہتوں کو اپنے سامان تک چھوڑنے پڑے۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو جنگ سے متاثر ہونے والے اپنے بھائیوں، رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کو پناہ دینی پڑی اور اُن پر خرچ بھی کرنا پڑا۔ اِن ساری باتوں کو دیکھ کر اور اِن حالات کی وجہ سے طبیعت فکر مند بھی ہوتی تھی اور دُعا کی طرف بڑی راغب بھی ہوتی تھی۔

دراصل الٰہی سلسلے ٹھہرنا نہیں جانتے اور نہ آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنا اُن کی فطرت میں ہے۔ وہ تو آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے اور جب تک وہ اپنی قربانیوں میں اور اپنے ایثار میں اور اُس بے لوث محبت میں جو انہیں اپنے رب اور اپنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوتی ہے ترقی کرتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔

بہرحال ملک میں ایک ہنگامہ تھا۔ ایک غیر یقینی حالت تھی۔ دُکھ کے سامان تھے۔ بے چینی اور گھبراہٹ تھی۔ گاؤں کے گاؤں اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ اِس افراتفری کا تجارتوں پر اثر تھا۔ کارخانوں پر اثر تھا۔ پیشہ وروں کے پیشوں پر اثر تھا۔ غرض اقتصادی زندگی درحقیقت درہم برہم ہو چکی تھی۔ ہمارے احمدی دوست بھی ساری قوم کے ساتھ ان تکلیفوں میں حصہ دار تھے۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے بڑی فکر مندی تھی کہ کہیں ان حالات کے نتیجہ میں جماعت کی مالی قربانیوں میں کمی نہ پیدا ہو جائے کیونکہ اس کے دو بداثرات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو جماعت کا جو کمزور حصہ ہوتا ہے (ابھی میں اس کمزوری کی بات نہیں کر رہا جو نفاق سے مشابہت رکھتی ہے) یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ جماعت کا جو کم تربیت یافتہ حصہ ہوتا ہے۔ اس کے دماغ پر یہ اثر ہوتا ہے کہ شاید جماعت کا قدم ایک جگہ آ کر ٹھہر گیا ہے یا پیچھے کی طرف ہٹ گیا ہے۔ شیطان اُن کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ گو اُن میں سے اکثر شیطان کے وسوسے سے اثر نہیں لیتے لیکن بعض لے بھی سکتے ہیں۔

دوسرے ان حالات میں منافق اور کمزور ایمان والوں پر اس کا ایک تو یہ اثر پڑتا ہے کہ وہ اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ دوسرے وہ سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں موقع مل گیا ہے

مالی قربانیوں میں کمزوری دکھانے کا۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بڑا اچھا موقع ہے پیسے بچا لو۔ اگر کسی نے پوچھا تو کہہ دیں گے تجارتوں پر بُرا اثر پڑا ہے یا کہہ دیں گے پیشے پر بُرا اثر پڑا ہے یا کہہ دیں گے صنعت وحرفت پر بُرا اثر پڑا ہے یا کہہ دیں گے کہ جنگ کی وجہ سے ہمیں اُٹھنا پڑا یا ہمارے دوستوں کو اُٹھنا پڑا ہے۔

سورۂ توبہ کے شروع میں منافقوں کا ذکر ہے پھر منافقوں کے متعلق بہت ساری باتوں کے ذکر کے بعد (جن کا بیان کرنا میرے اس مضمون کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا) اللہ تعالیٰ ان آیات میں جن کی میں نے تلاوت کی ہے فرماتا ہے کہ اعراب یعنی دیہاتوں میں رہنے والے لوگوں میں سے بھی بعض منافق ہوتے ہیں۔ اصل مضمون یہ نہیں کہ دیہات میں رہنے والے منافق ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد نفاق کی ایک علامت ہے جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے اور اس سے دونوں قسم کے منافق ہیں یعنی دیہاتی بھی اور شہری بھی۔ دیہات میں بھی جہالت کی وجہ سے کمزور ایمان والے یا منافقت رکھنے والے پائے جاتے ہیں کیونکہ منافقت کی اجارہ داری شہروں نے تو نہیں لی ہوئی۔ منافق ہر جگہ ہوتا ہے۔ غرض منافق اور کمزور ایمان والے آدمی کو تو بہانہ چاہیئے۔ قرآن کریم نے ان کی اسی ذہنیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتا ہے:-

يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ایسے لوگ گردشوں کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں ایک تو اس لئے کہ باتیں بنانے اور اعتراض کرنے کا موقع ملے اور دوسرے اس لئے بھی کہ ان کے دلوں میں جو مخالفت کا پہلو ہے اس کی تسلی کے سامان پیدا ہو جائیں اور زیادہ تر اس لئے بھی کہ ایسے حالات میں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر پہلے وہ جماعتی نظام کے دباؤ کے نیچے مجبور ہو کر خدا کی راہ میں مالی قربانی دیتے تھے تو اب بچاؤ کی ایک صورت پیدا ہو گئی ہے چنانچہ وہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے جو لوگ ہیں، انہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ الٰہی سلسلوں پر گردشیں تو آتی ہی رہتی ہیں لیکن مومن کے اوپر جب گردش آئے تو یہ اس کو امتحان سمجھتا ہے اور فرسٹ ڈویژن یعنی اوّل آنے کی کوشش کرتا ہے اور جو منافق ہوتا ہے وہ اس کو قربانی سے بچنے کا ایک حیلہ بناتا ہے مگر حقیقی معنوں میں روحانی طور پر وہ خود اس بُری گردش میں جو اس کو

اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نقصان پہنچانے والی ہوتی ہے مبتلا ہو جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا گردش تو آئے گی مگر ساتھ ہی تم بھی اس کی لپیٹ میں آؤ گے مومن جب اس گردش کے گردوغبار سے اپنا سر باہر نکالے گا تو اس کا رب اسے زیادہ حسین پائے گا لیکن تم جب اس کے گردوغبار سے سر نکالو گے تو شیطان تمہیں زیادہ قریب پائے گا۔ اس لئے بُری گردش تو درحقیقت تم پر آئے گی۔ مومن کے اوپر ان گردشوں کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ۔ مَیں آج تلاوت کر رہا تھا تو اِس آیت کے ایک معنی میری سمجھ میں یہ آئے کہ یہ منافق سمجھتے نہیں۔ گردش انہی کے اوپر آ کر پڑتی ہے۔ اس سے نقصان انہی کو ہوتا ہے۔ جو لوگ حقیقی مومن ہوتے ہیں ان کو تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آسمانی گردش کے بداثرات منافق پر پڑتے ہیں اور یہ اس لئے پڑتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے اور علیم بھی ہے وہ ان کے زبانی دعووں کو بھی سنتا اور جانتا ہے اور ان کے دلی خیالات سے بھی واقف ہے ان کے زبانی دعووں اور دلی خیالات میں جو تضاد پایا جاتا ہے، وہی ان کی ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس تضاد کو جانتا ہے اس واسطے عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ کی رو سے بڑی گردش میں وہی مبتلا ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ الٰہی سلسلوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لاتے ہیں یعنی خدا اور اس کے رسول پر ان کا ایمان بڑا پختہ ہوتا ہے اور وہ آخرت کی زندگی کو سنوارنے کے لئے بڑی قربانیاں دیتے ہیں اور اس دُنیوی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو مال خرچ کرتے ہیں اُسے اللہ تعالیٰ کی قربت اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَآ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ ؕ سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ

یعنی ان کا ایمان لانا اور خدا کی راہ میں اموال خرچ کرنا ان کے لئے ضرور خدا تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔

اس سے پہلے فرمایا تھا قُرُبٰتٍ عِنۡدَاللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ۔ یعنی اُنہوں نے ذریعہ بنایا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور آپ کے فیوض کو جذب کرنے کا اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو فیوض کا ایک دریا چلایا ہے۔ ان فیوض سے حصہ لینے کا اور اس کی رحمت میں شریک ہونے کا جو رحمۃ اللعالمین کے ذریعہ دُنیا کی طرف نازل ہوئی تھی۔ فرمایا کہ ہاں قُرُبَۃٌ لَّھُمۡ یعنی اسے انہوں نے قربت کا ذریعہ بنایا ہے۔ انہوں نے اسے اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کی رضا کے حصول اور اس کے مقرب ہونے کا ذریعہ سمجھا ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان پر پختگی سے قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں جو مال دیتا ہے وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے متعلق فرمایا۔ اَلَاۤ اِنَّہَا قُرۡبَۃٌ لَّہُمۡ اللہ تعالیٰ کی رضا انہیں ضرور حاصل ہو گی۔ دوسرے فرمایا تھا وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور ان کی قبولیت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بننے کے لئے وہ دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ پس گو ظاہری لحاظ سے اس میں یہ ذکر نہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور آپ کے فیوض سے بہرہ ور ہوں گے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو رحمۃ اللعالمین کے فیوض سے حصہ پائے۔ پس چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض سے حصہ لئے بغیر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا سَیُدۡخِلُہُمُ اللّٰہُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ تو ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمایا کہ ان کی قربانیوں کی جو غرض تھی یعنی اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور آپ کے روحانی فیوض کا ورثہ ملے۔ یہ ان کو حاصل ہو جائے گا، کیونکہ اس کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ نہیں لے سکتے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک تو یہ لوگ ہیں مگر ایک وہ بھی ہیں جو امت محمدیہ میں الٰہی سلسلہ کے لئے گردشوں کے انتظار میں رہتے ہیں۔ گردشیں آتی ہیں مگر امتحان کے لئے یہ مومن کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں لیکن ایک منافق اور کمزور ایمان والے آدمی کو ضرور نقصان پہنچاتی ہیں وہ گردش جس کا الٰہی سلسلہ کے لئے وہ انتظار کرتے تھے عَلَیۡہِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ کی شکل میں

ظاہر ہو کر ان کو نقصان پہنچا دیتی ہے۔ وہ ان کے لئے ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

الٰہی سلسلوں میں اکثر لوگ تو مومن ہوتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں اخلاص رکھتے ہیں۔ وہ اپنے سینوں میں ایثار کا جذبہ رکھتے ہیں وہ صاحبِ فراست ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کی رضا پر اپنی ہر چیز کو قربان کر دیتے ہیں۔ اس لئے وہ تنگی اور ترشی میں بھی اپنے وعدوں کو پورا کرتے اور اپنے اموال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور آپ کے فیوض کے وارث بنتے ہیں۔

پس الٰہی سلسلوں میں یہ بات ہمیں نظر آتی ہے اور ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ جماعت احمدیہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ ایک الٰہی سلسلہ ہے جو اس لئے قائم ہوا ہے کہ اس کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی پیشگوئی پوری ہو۔ غرض احمدیت کی شکل میں ایک مہم جاری کی گئی ہے جس کے ذریعہ اسلام غالب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ساری دُنیا میں قائم ہوگی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند مقام لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ جو دلوں میں ایک نور اور سرور پیدا کرنے والا بنے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں بتایا تھا کہ اس قسم کی منافقانہ باتیں درحقیقت الٰہی سلسلوں کی راہوں میں رکاوٹیں نہیں بنا کرتیں لیکن ایسے لوگ ہر الٰہی سلسلہ میں پائے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی تھے اور بعد میں بھی اسلام میں ہر زمانے میں رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ چنانچہ کئی کمزور اور منافق طبع لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ سال گردشوں کا سال ہے تو انہوں نے سمجھا کہ شائد اس کے نتیجہ میں مجبور ہو کر، دُنیوی حوادث اور مصیبتوں کے نیچے آ کر جماعت احمدیہ مالی لحاظ سے یا بعض دوسرے لحاظ سے اپنی ذمہ داریوں کو اپنی اس کیفیت اور کمیّت میں اس طرح ادا نہ کر سکے گی جس طرح وہ پچھلے سالوں میں ادا کرتی رہی ہے چنانچہ اس قسم کی باتوں میں سے ایک بات مجھ تک یہ بھی پہنچی کہ بعض منافق کہتے ہیں کہ اس خلیفہ کی نالائقیوں کی وجہ سے جماعت میں بددلی پیدا ہوگئی ہے۔ ان میں بشاشت نہیں رہی بلکہ کمزوری آ گئی ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ ایسی باتیں کر دو کیونکہ ملکی صنعت و حرفت

پر اثر پڑا۔ تجارتوں پر اثر پڑا۔ لوگوں کو گاؤں کے گاؤں چھوڑنے پڑے۔ وہ بے گھر ہو کر دوسروں کے اوپر بوجھ بن گئے غرض ان کے دماغ میں تھا کہ اس سے کچھ نہ کچھ تو جماعتی چندوں پر بھی اثر پڑے گا اس لئے ایسی باتیں کر دیتے ہیں۔ پھر کہیں گے ہم نے کہا نہیں تھا اب دیکھ لو اثر پڑ گیا ہے۔

جہاں تک میری لیاقت یا نالائقیوں کا سوال ہے، اس عاجز بندے نے کبھی لیاقت کا دعویٰ ہی نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل، اس کی رحمت اور اس کی فعلی شہادت نے ہر موقع پر یہ ثابت کیا ہے کہ

میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگاہ میں بار

لیاقت کا دعویٰ کرنے کا تو مطلب ہی کوئی نہیں۔ کوئی آدمی جو روحانی طور پر عقلمند اور صاحبِ فراست ہے، وہ اپنی لیاقت کا دعویٰ نہیں کیا کرتا۔ وہ تو اپنی عاجزی کا اظہار کیا کرتا ہے۔ وہ تو اپنی نیستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا سمجھتا ہے۔ اُسے تو نہ اپنی اور نہ کسی اور چیز کی ہوش ہوتی ہے اس نے اپنی لیاقتوں یا علمیت کا دعویٰ کیا کرنا ہے۔ لیکن وہ خدا جو قادر و توانا ہے، وہ ناچیز ذروں کو اپنے ہاتھ میں پکڑتا اور ان کے ذریعہ دُنیا کو اپنی قدرتوں کے جلوے دکھاتا ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ گذشتہ سال بڑا سخت سال تھا۔ میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ میرے لئے فکر بھی پیدا ہوئی اور یہ امر میرے لئے دعائیں کرنے کا ایک سبب اور وسیلہ بھی بن گیا اور ذَکِّرْ کے حکم کے ماتحت میں نے دوستوں کو اس طرف توجہ بھی دلائی تھی اور میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ اس قسم کی تکلیفیں اور ہنگامے الٰہی سلسلوں کی راہوں میں روک نہیں پیدا کیا کرتے۔

چنانچہ جب مالی سال ختم ہوا تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے جماعت احمدیہ کی مالی قربانی اس شکل میں ہمارے سامنے آئی کہ پچھلے سال مجلس شوریٰ کے مشورہ سے صدر انجمن احمدیہ کا جو بجٹ منظور ہوا تھا، اس میں اُس وقت کے حالات کے مطابق مشرقی پاکستان کی آمد و خرچ بھی شامل تھا لیکن بعد میں حالات بدل گئے تاہم مشرقی پاکستان میں خدا کے فضل

سے جماعت احمدیہ زندہ اور قائم ہے وہ اپنے کاموں میں مصروف ہے وہ غلبۂ اسلام کے لئے کوششیں کر رہی ہے۔لیکن وہ اپنے چندے وہیں وصول اور خرچ کرتے ہیں۔ حالات ہی ایسے ہو گئے ہیں کہ ان کے چندے ہمارے حساب میں نہیں آ سکتے۔ اس واسطے شوریٰ ۱۹۷۱ء کے پاس کردہ بجٹ سے مشرقی پاکستان کا جو حصہ تھا وہ اب ہمیں نکالنا پڑا کیونکہ یہ مغربی پاکستان کے بجٹ کا حصہ نہیں بن سکتا۔ ویسے یہ حصہ وہاں وصول ہو رہا ہے اور خرچ بھی ہو رہا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہاں بھی زیادہ آمد ہوئی ہوگی۔ غرض مشرقی پاکستان کے حصہ کی میزان ۱,۴۱,۴۷۰ روپے بنتی تھی۔ اس کے متعلق میں نے متعلقہ نظارت کو کہا کہ گو یہ آمد تو وہاں ہو رہی ہے لیکن اس کے اعداد وشمار کا ہمیں پتہ نہیں اس لئے اسے اپنے سالانہ بجٹ میں کیسے شامل کرو گے۔ اس لئے بجٹ سے خارج کر دو۔

اسی طرح کچھ زمین کی آمد ہے۔ جس کا جماعت کے اخلاص پر تو اثر نہیں پڑا یعنی اگر خدا نہ کرے! خدا نہ کرے! کبھی جماعت اپنی مالی قربانی میں مثلاً پچاس ہزار روپے پیچھے رہ جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے زمین کی آمد ساٹھ ہزار روپے زیادہ ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہو گا کہ جماعت نے مالی قربانی میں قدم آگے بڑھایا ہے بلکہ فکر کی بات پیدا ہو جائے گی۔ اس واسطے میں نے کہا کہ زمین کا حصہ بھی علیٰحدہ کر دو۔ کیونکہ اس کو منہا کئے بغیر تو ہم صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ چنانچہ جب ہم نے بجٹ کا جو محاصل خالص ہے اس سے آمد زمین بقدر ۵۵,۰۰۰ اور مشرقی پاکستان سے متعلقہ ۱,۴۱,۴۷۰ روپے کی رقوم کو علیٰحدہ کیا اور علیٰحدہ کرنا چاہئے تھا تو بقیہ جو بجٹ رہ گیا وہ ۱۷,۴۱,۱۷,۳۷ روپے کا تھا۔ چنانچہ ان تمام ہنگاموں کے بعد اور تمام تکالیف کے بعد اور تمام پریشانیوں کے بعد اور گاؤں چھوڑنے کے بعد اور مہمانوں، بھائیوں اور دوستوں کو اپنے گھروں میں ٹھہرا کر زیادہ بار اٹھانے کے بعد جو آمد ہوئی وہ ۳۷,۷۵,۰۲۸ روپے کی ہے یعنی جو مجوزہ بجٹ تھا اس سے ۳۳,۸۵۷ روپے زیادہ ہے۔ الحمد للہ۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے چندوں میں کمی نہیں آئی حالانکہ منافق یہ سمجھتا تھا کہ کمی آ جائے گی۔ منافق اپنے اخلاص (آخر کچھ نہ کچھ تو اخلاص اس کے اندر ہوتا ہے۔ اخلاص سے بالکل عاری تو ہم اسے نہیں کہہ سکتے ورنہ تو وہ ارتداد اختیار کر کے جماعت سے نکل

جائے۔اس کا کوئی پہلو تو ایسا ہوتا ہے جو ہمیں یہ امید دلاتا ہے کہ شاید ہماری تربیت سے اس کا نفاق دور ہو جائے بہرحال وہ اپنے اخلاص) کی کم مائیگی کو دوسروں کے اخلاص کو ماپنے کی کسوٹی بناتا ہے چنانچہ اب بھی اس نے سوچا۔ چلو پیشگوئی کر دو کہ جماعت احمدیہ بہت بد دل اور پریشان ہوگئی ہے اور اپنے اس خلیفہ کی نالائقیوں کی وجہ سے بشاشت کھو بیٹھی ہے۔ اُنہوں نے چندوں کا بھی ذکر کیا مجھے بھی رپورٹیں پہنچیں کہ دیکھ لینا اب ان کو پیسے نہیں ملیں گے۔ مگر اے منافقو! تم نے یہ بات کرتے وقت اندازہ لگایا تھا دُنیا کے حالات کا لیکن مومنوں کی اس جماعت نے اپنے عمل کی بنیاد اپنے ایمان پر رکھی ہوئی ہے۔ اس لئے مومنوں نے کہا یہ تکالیف یہ ابتلاء اور یہ ضراء تو آتے ہی رہتے ہیں۔ ایسے موقع پر مومن کی گردن کٹ تو سکتی ہے لیکن وہ ایک جگہ پر کھڑا نہیں رہا کرتا اور نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ دراصل منافق ایک مخلص مومن کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اس کی اپنی ذہنیت، اس کا اپنا دل اور اس کی اپنی روح بنیادی طور پر ایک مومن کی ذہنیت اور اس کے اخلاص اور اس کی روح سے مختلف ہوتی ہے۔

پس اے منافقو! تم نے سمجھا تھا چندوں میں کمی آ جائے گی۔ مگر مومنوں کی اس جماعت نے کہا چندوں میں کمی نہیں آئے گی۔ بلکہ جو وعدے کئے گئے تھے اس سے زیادہ پیش کئے جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ جماعت کو

میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!

کہہ کر جماعت سے بڑے ہی پیار کا اظہار فرمایا ہے۔ مَیں بھی آج خدا کی حمد سے معمور ہوں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے کو اپنی دُعا کے فقرہ میں شامل کر کے یوں دعائیہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ”اے مسیح محمدی اور مہدی معہود علیہ السلام کے درختِ وجود کی وہ شاخو جو ثمراتِ حسنہ سے لدی اور جھکی ہوئی ہو، میرے رب کریم کا تم پر سلام ہو“۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۸ جون ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۴)

❁❁❁